نظم اقبال

سفر حیدرآباد دکن

اور

سر اقبال کے تاثرات ۱۹۱۰ء میں

مرتبہ

تصدق حسین تاج

نظم اقبال

سفر حیدرآباد دکن

اور

سر اقبال کے تاثرات سنہ ۱۹۱۰ء میں

مرتبۂ

تصدق حسین تاج

[redacted]

مطبوعۂ

احمدیہ پریس چار مینار حیدرآباد دکن

سنہ ۱۹۳۷ء

قیمت ....

16 AUG 1971

IQBAL ACADEMY [redacted] PAKISTAN

تمہید

از سر شیخ عبدالقادر بی۔ اے بیرسٹرایٹ لا ممبر انڈیا کونسل (لندن)

ایک عرصہ سے ہمارے دوست ڈاکٹر شیخ محمدؐ اقبال صاحب ایم اے بیرسٹرایٹ لا کی نظم کے مشتاق متقاضی تھے کہ جسطرح ممکن ہو انکی کمیٔ فرصت کے باوجود اُن سے کچھ لکھوایا جائے ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ گذشتہ مارچ میں انکے دکن تشریف لیجانے اور وہاں کے ارباب فضل و کمال کی صحبتوں نے اُن کی طبیعت کو گدگدایا یہ دو نظمیں جو آج شائع کیجاتی ہیں اس سفر کی یادگار ہیں۔ انہیں سے ایک جو پہلے درج کیجاتی ہے۔ ایک قصیدہ ہے۔ جس کے ممدوح خود شاہ دکن اور وزیر شاہ ہیں۔ یہی خصوصیت اس قصیدہ کو عالی مرتبت بتانے کیلئے کافی تھی مگر مزید لطف یہ ہے کہ قصیدہ کی تشبیب میں حق شاعری ادا کیا گیا ہے۔ دکن کے علم دوست اور ہنر پرور وزیر اعظم کی اس خوبی کی جس قدر تعریف کیجائے کم ہے کہ اہل علم کی قدر دانی اُن کا شیوہ ہے۔ اور مشاغل علمی سے انہیں شغف ہے۔ اُنھوں نے جو الطاف نامہ شیخ محمدؐ اقبال صاحب کو لکھا۔ اس سے نہ صرف شیخ صاحب موصوف کی قدر افزائی مقصود تھی بلکہ اُن کی شاعری کے لیے ایک زبردست تحریک۔ جس کے لئے ہم بھی غائبانہ طور پر مخزن کے ناظرین کیطرف سے

ہز اکسلنسی مہاراجہ صاحب بہادر کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

دوسری نظم جو "گورستان شاہی" کے عنوان سے شائع کیجاتی ہے ایسی لاجواب نظم ہے جو فی الحقیقت اقبال کے دیرینہ سکوت کی تلافی کرتی ہے۔ اس کا ایک ایک مصرعہ ایسا درد بھرا اور معنی خیز ہے کہ دل سے واہ نکلتی ہے۔ اس نظم کے میسر آنے کیلئے ہم اپنے قدیم عنایت فرما مسٹر حیدری کے ممنون ہیں جن کے صحیح مذاق علمی نے شیخ محمد اقبال صاحب کو حیدرآباد میں وہ چیزیں دکھائیں جو ایک خلقی شاعر کے دل پر قدرتی طور سے اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔ سلاطین قطب شاہیہ کے مزار۔ اُن کے قریب گولکنڈہ کا تاریخی حصار۔ شب ماہ مگر ایسی شب ماہ جس میں بادلوں کے چاند کے سامنے آنے جانے سے نور و ظلمت میں لڑائی ٹھن رہی تھی۔ سچے شاعرانہ جذبات کے نشوونما کے لئے اس سے بہتر زمین اور اس سے بہتر آسمان کیا ہوگا۔ اُن جذبات کا عکس جس خوبی اور صفائی سے جناب اقبال نے اُتارا ہے۔ اُنہی کا حصہ ہے

ان دو نظموں کو اُن کی اہمیت کی وجہ سے ہم سب مضامین سے اوّل جگہ دیتے ہیں۔ خصوصاً اس لئے کہ اگر ہم انہیں حصہ نظم میں رکھنا چاہتے تو شائقین کو اگلے مہینے کے رسالہ کے شائع ہونے تک اور انتظار کرنا پڑتا۔

(منقول از مخزن جون سنہ ۱۹۱۰ء)

جون ۱۹۱۰

شکریہ

گذشتہ مارچ میں مجھے حیدرآباد دکن جانے کا اتفاق ہوا۔ اور وہاں آستانۂ وزارت پر حاضر ہونے اور عالیجناب ہز اکسلنسی مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر جی۔ سی۔ آئی۔ ای یمین السلطنت پیشکار وزیر اعظم دولت آصفیہ۔ المتخلص بہ شادؔ کی خدمت بابرکت میں باریاب ہونے کا فخر بھی حاصل ہوا۔ ہز اکسلنسی کی نوازش کریمانہ اور وسعتِ اخلاق نے جو نقش میرے دل پر چھوڑا وہ میرے لوحِ دل سے کبھی نہیں مٹے گا۔ مزید الطاف یہ کہ جناب ممدوح نے میری روانگی حیدرآباد سے پہلے ایک نہایت تلطف آمیز خط لکھا۔ اور اپنے کلام شیریں سے بھی شیریں کام فرمایا ذیل کے اشعار اس عنایت بےغایت کے شکریہ میں دل سے زبان پر بے اختیار آ گئے۔ انہیں زبان قلم کی وساطت سے جناب مہاراجہ صاحب بہادر کی خدمت میں پہنچانے کی جرأت کرتا ہوں۔

اقبال

شکریہ:-

ہو رہی ہی زیرِ دامانِ افق سے آشکار — صبح یعنی دخترِ دوشیزۂ لیل و نہار
پا چکا فرصت درودِ فصلِ انجم سے سپہر — کشتِ خاور میں ہوا ہے آفتاب آئینہ کار
آسمان نے آمدِ خورشید کی پا کر خبر — محملِ پروازِ شب باندھا سرِ دوشِ غبار
شعلۂ خورشید گویا حاصل اس کھیتی کا ہے — بوئے تھے دہقانِ گردوں نے جو تاروں کے شرار
ہے رواں نجمِ سحر جیسے عبادتخانے سے — سب سے پیچھے جائے کوئی عابدِ شب زندہ دار
کیا سماں ہی جس طرح آہستہ آہستہ کوئی — کھینچتا ہو میان کی ظلمت سے تیغِ آبدار
مطلعِ خورشید میں مضمر ہی یوں مضمونِ صبح — جیسے خلوت گاہِ مینا میں شرابِ خوشگوار
ہے تہِ دامانِ بادِ اختلاط انگیزِ صبح — شورشِ ناقوس آوازِ اذاں سے ہمکنار
جاگے کوئل کی اذاں سے طائرانِ نغمہ سنج — ہے ترنّم ریز قانونِ سحر کا تار تار
گرچہ قدرت نے مجھے افسردہ دل پیدا کیا — آنکھ وہ بخشی کہ ہے نظّارہ آشامِ بہار
کھینچ کر سوئے گلستاں لیگیا ذوقِ نظر — عاشقِ فطرت کو ہے صحنِ گلستاں کوئے یار

گل نے بلبل سے کہا اے ہمصفیر آیا ترا — کہتی تھی بلبل کہ اے مقصودِ چشمِ انتظار
اتنے دن غائب رہا تو گلشنِ پنجاب سے — کر لیا تھا کیا کسی صیّاد نے تجھ کو شکار
کس سے کہتے راز اپنا لالہ ہائے شعلہ پوش — کس پہ کرتے دردِ دل اپنا عنادل آشکار
پوچھتی تھی روز مجھ سے نرگسِ شبنم فریب — ہو گیا غائب کہاں اپنے چمن کا راز دار
پھول فرقت میں تری سوزن بہ پیراہن رہے — دیدۂ قمری میں تھا صحنِ گلستاں خار زار
غنچۂ نوخیز کو یہ کہہ کے بہلاتی تھی میں — ہے یہیں پوشیدہ وہ وارفتۂ فصلِ بہار
کچھ تو کہہ ہم سے بھی اس وارفتگی کا ماجرا — لیگیا تجھ کو کہاں تیرا دلِ بے اختیار

کس تجلّی گاہ نے کھینچا ترا دامانِ دل
تیری مشتِ خاک نے کس دیس میں پایا قرار

کیا کہوں اُس بوستانِ غیرتِ فردوس کی — جس کے پھولوں میں ہوا اے ہم نوا میرا گذار
جس کے ذرّے مہرِ عالمتاب کو سامانِ نور — جس کی طور افروزیوں پہ دیدۂ موسیٰ نثار
جس کے بلبل عندلیبِ عقلِ کل کے ہم صفیر — جس کے غنچوں کیلئے رخسارِ حور آئینہ دار
خطّۂ جنّت۔ فضا جس کی ہے دامنگیرِ دل — عظمتِ دیرینۂ ہندوستاں کی یادگار
جس نے اسمِ اعظمِ **محبوب** کی تاثیر سے — وسعتِ عالم میں پایا صورتِ گردوں وقار
نور کے ذرّوں سے قدرت نے بنائی یہ زمیں — آئینہ ٹپکے دکن کی خاک اگر پائے فشار

آستانے پر وزارت کے ہوا میرا گذر
بڑھ گیا جس سے مرا ملکِ سخن میں اعتبار

اس قدر حق نے بنایا اُس کو عالی مرتبت
آسماں اس آستانے کی ہے اک موجِ غبار

کی وزیرِ شاہ نے وہ عزت افزائی مری
چرخ کے انجم مری رفعت پہ ہوتے تھے نثار

مسند آرائے وزارت راجۂ کیواں حشم
روشن اُسکی رائے روشن سے نگاہِ روزگار

اُسکی تقریروں سے رنگیں گلستانِ شاعری
اسکی تحریروں پہ نظمِ مملکت کا انحصار

لیلئ معنی کا محمل اس کی نثرِ دلپذیر
نظم اس کی شاہدِ رازِ ازل کی پردہ دار

اس کے فیضِ پاک کی منت خواہ کانِ لعل خیز
بحرِ گوہر آفریں دستِ کرم سے شرمسار

سلسلہ اس کی مروت کا یونہی لا انتہا
جس طرح ساحل سے عاری بحرِ ناپیدا کنار

دلربا اس کا تکلم خلق اس کا عطرِ گل
غنچۂ دل کیلئے موجِ نفس بادِ بہار

ہو خطا کاری کا ڈر ایسے مدبر کو کہاں
جس کی ہر تدبیر کی تقدیر ہو آئینہ دار

ہے یہاں شانِ امارت پردہ دارِ شانِ فقر
خرقۂ درویشی کا ہے زیرِ قبائے زرنگار

خاکساری جوہرِ آئینۂ عظمت بنی
دستِ وقفِ کار فرمائی و دل مصروفِ یار

نقش وہ اسکی عنایت نے مرے دل پہ کیا
محو کر سکتا نہیں جس کو مرورِ روزگار

شکریہ احساں کا اے اقبال لازم تھا مجھے
مدح پیرائی امیروں کی نہیں میرا شعار

گورستان شاہی

حیدرآباد دکن میں مختصر قیام کے دنوں میں میرے عنایت فرما جناب مسٹر نذر علی حیدری صاحب بی۔ اے معتمد محکمۂ فینانس۔ جن کی قابل قدر خدمات اور وسیع تجربہ سے دولت آصفیہ مستفید ہو رہی ہے۔ مجھے ایک شب اُن شاندار مگر حسرت ناک گنبدوں کی زیارت کے لئے لے گئے۔ جن میں سلاطین قطب شاہیہ سو رہے ہیں۔ رات کی خاموشی ابر آلود آسمان اور بادلوں میں سے چھن کے آتی ہوی چاندنی نے اِس پُرحسرت منظر کے ساتھ مل کر میرے دل پر ایسا اثر کیا جو کبھی فراموش نہ ہوگا۔ ذیل کی نظم انہی بے شمار تاثرات کا ایک اظہار ہے۔ اس کو میں اپنے سفر حیدرآباد کی یادگار میں مسٹر حیدری اور اُن کی لئیق بیگم صاحبہ مسز حیدری کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں جنھوں نے میری مہمان نوازی اور میرے قیام حیدرآباد کو دلچسپ ترین بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

اقبال

گورستانِ شاہی

آسماں بادل کا پہنے خرقۂ دیرینہ ہے — یعنی دُھندلا سا جبینِ ماہ کا آئینہ ہے
چاندنی پھیکی ہے اس نظارۂ خاموش میں — صُبحِ صادق سو رہی ہے رات کی آغوش میں
کس قدر اشجار کی حسرت فزا ہے خامشی — بربطِ قدرت کی دھیمی سی نوا ہے خامشی

فطرتِ نظارۂ امکاں سراپا درد ہے
اور خاموشی لبِ ہستی پہ آہِ سرد ہے

آہ جولانگاہِ عالمگیر یعنی وہ حصار[۱] — دوش پر اپنے اُٹھائے سینکڑوں صدیوں کا بار
زندگی سے تھا کبھی معمور۔ اب سنسان ہے — یہ خموشی اُس کے ہنگاموں کا گورستان ہے

اپنے سکّانِ کہن کی خاک کا دلدادہ ہے
کوہ کے سر پر مثالِ پاسباں استادہ ہے

ابر کے روزن سے وہ بالائے بامِ آسماں — ناظرِ عالم ہے نجمِ سبز فامِ آسماں
خاکبازی وسعتِ دنیا کا ہے منظر اُسے — داستاں ناکامیِ انساں کی ہے ازبر اُسے

۱؎ قلعہ گولکنڈہ

ہے ازل سے یہ مسافر سوئے منزل جا رہا — آسماں سے انقلابوں کا تماشا دیکھتا
گو سکوں ممکن نہیں عالم میں اختر کیلئے — فاتحہ خوانی کو یہ ٹھیرا ہے دم بھر کیلئے

گرچہ باغِ زندگی سے گل بدامن ہے زمیں
سینکڑوں خوں گشتہ تہذیبوں کا مدفن ہے زمیں

خوابگہ شاہوں کی ہے یہ منزلِ حسرت فزا — دیدۂ عبرت! خراجِ اشکِ گلگوں کر ادا
ہے تو گورستاں مگر یہ خاک گردوں پایہ ہے — آہ! اک برگشتہ قسمت قوم کا سرمایہ ہے
مقبروں کی شان حیرت آفریں ہے اسقدر — جنبشِ مژگاں سے ہے چشمِ تماشا کو حذر
کہہ رہی ہے کوئی ایامِ کہن کی داستاں — چاندنی کرتی ہے میناروں سے کیا سرگوشیاں

کیفیت ایسی ہے ناکامی کی اس تصویر میں
جو اُتر سکتی نہیں آئینۂ تحریر میں

سوتے ہیں خاموش۔ آبادی کے ہنگاموں سے دُور — مضطرب رکھتی تھی جن کو آرزوئے ناصبور
قبر کی ظلمت میں ہے اُن آفتابوں کی چمک — جن کے دروازوں پہ رہتا تھا جبیں گستر فلک
کیا یہی ہے اُن شہنشاہوں کی عظمت کا مآل — جن کی تدبیرِ جہانبانی سے ڈرتا تھا زوال
رُعبِ فغفوری ہو دنیا میں کہ شانِ قیصری — ٹل نہیں سکتی غنیمِ موت کی یورش کبھی

بادشاہوں کی بھی کشتِ عُمر کا حاصل ہے گور

جادۂ عظمت کی گویا آخری منزل ہے گور

شورشِ بزمِ طرب کیا عود کی تقریر کیا ۔۔۔ قیدیٔ زندانِ غم کا نالۂ شبگیر کیا
عرصۂ پیکار میں ہنگامۂ شمشیر کیا ۔۔۔ خون کو گرمانے والا نعرۂ تکبیر کیا

اب کوئی آواز سوتوں کو جگا سکتی نہیں
سینۂ ویراں میں جانِ رفتہ آ سکتی نہیں

روح مشتِ خاک میں زحمت کشِ بیداد ہے ۔۔۔ کوچہ گردِ نے ہوا جس دم نفس فریاد ہے
زندگی انساں کی ہے مانندِ مرغِ خوش نوا ۔۔۔ شاخ پر بیٹھا کوئی دم چہچہایا۔ اڑ گیا
آہ کیا آئے ریاضِ دہر میں ہم کیا گئے ۔۔۔ زندگی کی شاخ سے پھوٹے۔ کھلے۔ مرجھا گئے

موت ہر شاہ و گدا کی خواب کی تعبیر ہے
اس ستمگر کا ستم انصاف کی تصویر ہے

سلسلہ ہستی کا ہے اک بحرِ ناپیدا کنار ۔۔۔ اور اس دریائے بے پایاں کی موجیں ہیں مزار
اے ہوس خوں رو کہ ہے یہ زندگی بے اعتبار ۔۔۔ یہ شرارے کا تبسم یہ خسِ آتش سوار
یہ قمر جو ناظمِ عالم کا اک اعجاز ہے ۔۔۔ پہنے سونے کی قبا محوِ خرامِ ناز ہے
چرخِ بے انجم کی دہشتناک وسعت میں مگر ۔۔۔ بیکسی اس کی کوئی دیکھے ذرا وقتِ سحر

اک ذرا سا ابر کا ٹکڑا ہے جو مہتاب تھا

آخری آنسو ٹپک جانے میں ہے جسکی فنا

زندگی اقوام کی بھی ہے یونہی بے اعتبار ۔۔۔ رنگہائے رفتہ کی تصویر ہے انکی بہار
اس زیاں خانے میں کوئی ملتِ گردوں وقار ۔۔۔ رہ نہیں سکتی ابد تک بارِ دوشِ روزگار
اس قدر قوموں کی بربادی سے ہے خوگر جہاں ۔۔۔ دیکھتا بے اعتنائی سے ہے یہ منظر جہاں
ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار ۔۔۔ ذوقِ جدت سے ہے ترکیبِ مزاجِ روزگار

ہے نگینِ دہر کی زینت ہمیشہ نامِ نو
مادرِ گیتی رہی آبستنِ اقوامِ نو

ہے ہزاروں قافلوں سے آشنا یہ رہگذر ۔۔۔ چشمِ کوہِ نور نے دیکھے ہیں کتنے تاجور
مصر و بابل مٹ گئے باقی نشاں تک بھی نہیں ۔۔۔ دفترِ ہستی میں انکی داستاں تک بھی نہیں
آ دبایا مہرِ ایراں کو اجل کی شام نے ۔۔۔ عظمتِ یونان و روما لوٹ لی ایام نے

آہ مسلم بھی زمانے سے یونہی رخصت ہوا
آسماں سے ابرِ آذاری اٹھا۔ برسا۔ گیا

صبح کے تارے پہ تھی مشرق کے رہزن کی نظر ۔۔۔ وہ اڑا کر لے گیا آویزۂ گوشِ سحر
شب کے اختر دیدۂ خورشید سے ڈرتے ہیں ۔۔۔ بھیس شبنم کا بدل کر سیرِ گل کرتے ہیں
ہے رگِ گل صبح کے اشکوں سے موتی کی لڑی ۔۔۔ کوئی سورج کی کرن شبنم میں ہے الجھی ہوئی

سینۂ دریا شعاعوں کے لیے گہوارہ ہے
کس قدر پیارا لبِ جو مہر کا نظارہ ہے

رات یہ تاروں بھری فوقِ نظر کی عید ہے
ریزہ ریزہ ٹوٹ کر پیمانۂ خورشید ہے

اُگ گئے ہیں شاخِ چمن سے شعلۂ بے سوزِ گل
رُوح کا فردوس ہے حسنِ نظر افروزِ گل

محوِ زینت ہے صنوبر جوئبار آئینہ ہے
غنچۂ گل کے لیے بادِ بہار آئینہ ہے

نعرہ زن رہتی ہے کوئل باغ کے کاشانہ میں
چشمِ انساں سے نہاں پتوں کے عزلت خانہ میں

اور بلبل، مطربِ رنگیں نوائے گلستاں
جس کے دم سے زندہ ہے گویا ہوائے گلستاں

عشق کے ہنگاموں کی اُڑتی ہوئی تصویر ہے
خامۂ قدرت کی کیسی شوخ یہ تحریر ہے

باغ میں خاموش جلسے گلستاں زادوں کے ہیں
وادیٔ کہسار میں نعرے شباں زادوں کے ہیں

زندگی کی مے سے مینائے جہاں لبریز ہے
منظرِ حسرت بھی ہے کوئی تو حسن آمیز ہے

پتیاں پھولوں کی گرتی ہیں خزاں میں اس طرح
دستِ طفلِ خفتہ سے رنگیں کھلونے جس طرح

اس نشاط آباد میں گو عیش بے اندازہ ہے
ایک غم یعنی غمِ ملت ہمیشہ تازہ ہے

دل ہمارے یادِ عہدِ رفتہ سے خالی نہیں
اپنے شاہوں کو یہ اُمت بھولنے والی نہیں

اشکباری کے بہانے ہیں یہ اُجڑے بام و در
گریۂ پیہم سے بینا ہے ہماری چشمِ تر

دہر کو دیتے ہیں موتی دیدۂ گریاں کے ہم
آخری بادل ہیں اک گذرے ہوئے طوفاں کے ہم

ہیں ابھی صدہا گُہر اس ابر کی آغوش میں
برق ابھی باقی ہے اس کے سینۂ خاموش میں

وادیٔ گل خاکِ صحرا کو بنا سکتا ہے یہ
خواب سے اُمیدِ دہقاں کو جگا سکتا ہے یہ

خندۂ طفلک سے ہے اس کی چمک محبوب تر
چھو نہیں سکتی اسے صرصر کی موجِ پرخطر

ہو چکا گو قوم کی شانِ جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

13411

THE IQBAL ACADEMY KARACHI PAKISTAN

فلسفۂ عجم

علامہ

علامۂ سر اقبال کی معرکتہ الآرا تصنیف "دی ڈیولپمنٹ آف میٹافزکس ان پرشیا" کا نہایت بہترین اور قابل قدر ترجمہ، اصل کتاب کو انگریزی میں شائع ہوئے عرصہ گذر چکا تھا لیکن اس اہم اور ادق کتاب کے ترجمہ کی ذمہ داری سے عہدہ برا ہونا ایک مشکل کام تھا، لیکن مولوی میر حسن الدین صاحب نے نہایت عمدہ اور دلنشین پیرایہ میں اس کتاب کا ترجمہ نہایت قابلیت سے کیا ہے۔ جس کی نسبت اردو اور انگریزی جرائد نے بہترین ریویو کئے ہیں، بڑی سائز کاغذ و طباعت نہایت عمدہ۔ قیمت (عـہ) بلا جلد

ختم نبوّت اور قادیانیت

علامۂ سر اقبال کے ایک مقالہ کا ترجمہ، جو پنڈت جواہر لال نہرو کے جواب میں لکھا گیا۔ قیمت ۶

ملنے کے پتے

(۱) تصدق حسین تاج، ناشر و تاجر کتب چار مینار حیدر آباد دکن

(۲) تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور